یہ رشتہ ہمیشہ سلامت رہے گا

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی
مجددی مدظلہ

مرتب

مولانا صلاح الدین سیفی نقشبندی
دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سورت گجرات انڈیا



ناشر

مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد



+92-041-2618003
+92-0300-9652292

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ آخَر

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً﴾

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے دو چیزیں کو بھیجا ایک کلام اللہ اور دوسرا رجال اللہ:

چنانچہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾

کہ اس کتاب کو بھیجا کہ آپ اس کے ذریعہ انسانوں کو گمراہی سے نکال کر، اندھیروں سے نکال کر، روشنی کی طرف لائیں، تو قرآن مجید اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب ہے، قعر ذلت میں پڑے ہوؤں کو اوج ثریا

پہ پہنچانے والی کتاب ہے، بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھانے والی کتاب ہے، اللہ سے بچھڑے ہوؤں کو اللہ رب العزت سے ملانے والی کتاب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری بھی اسی مقصد کے لئے ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب!

﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

اب جب انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور کچھ وہ تھے کہ جنہوں نے انکار کیا، انکار کرنے والے بعض لوگوں نے ان سے ثبوت مانگا کہ آپ کی نبوت کا ثبوت کیا ہے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزات عطا فرمائے، چنانچہ یہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کی تائید کیلئے ان کی تصدیق کے لئے اور ان کے ثبوت کے لئے ہے۔

ہر نبی کا معجزہ الگ الگ:

ہر دور میں ہر زمانے میں حالات کے مطابق اللہ رب العزت نے معجزات عطا فرمائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا فن عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو معجزہ بھی ایسا ہی عطا کیا کہ جب عصا کو زمین پر ڈالتے تھے تو وہ اژدھا بن جاتا تھا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا فن اپنے عروج پر تھا تو اللہ رب العزت نے ان کو معجزہ بھی ایسا ہی عطا کیا،

﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

نبی علیہ السلام جب تشریف لائے تو اس وقت عربوں میں زبان دانی پہ بڑا ناز تھا شعر و ادب کا زمانہ تھا ”عکاظ“ کے میلے میں شعراء اپنے کلام کو پیش کرتے تھے ہزاروں شعر لوگوں کو یاد ہوتے تھے اور اپنی زبان پہ اتنا ناز تھا کہ اپنے کو عرب کہتے

تھے اور غیر کو عجم کہتے تھے یعنی گونگا کہ انہیں بولنا ہی نہیں آتا۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو ایک بہت بڑا معجزہ عطا فرمایا جس کو اللہ رب العزت کا قرآن کہا جاتا ہے۔ اس کلام نے آکر پوری انسانیت کو چیلنج کیا فرمایا

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

بلکہ فرمایا اگر تمہارے بس میں ہے

﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾

اس جیسی ایک سورت ہی بنا دو،

جو لوگ خود کٹ مرنے کیلئے تیار تھے اولادوں کو قربان کرنے کے لئے مقابلوں پر بھیج دیتے تھے، اگر یہ چیلنج قبول کرنا ان کے لئے آسان ہوتا تو ان کے مزے ہو جاتے لیکن ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس کلام اللہ نے آکر سب کی بولتی بند کر دی، چنانچہ نبی ﷺ کا یہ معجزہ آج بھی موجود ہے۔ چونکہ نبی ﷺ کی نبوت دائمی ہے، تو آپ کے معجزات بھی دائمی ہیں، نبی ﷺ کی نبوت سارے جہانوں کے لئے، قرآن بھی سارے جہانوں کے لئے۔ یوں سمجھیں کہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک نبی ﷺ کی مصطفائی ہے اور چونکہ نبی ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لئے ہے اس لیے آپ کا یہ معجزہ بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔ قیامت تک یہ معجزہ اسی طرح باقی اور سلامت رہے گا۔

معجزہ کیسے ہمیشہ رہتا ہے؟

یہ معجزے کیسے ہمیشہ رہتے ہیں؟ ذرا ایک آسان سی مثال سنیے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ حج کے موقع پر آج کے زمانے میں تقریباً (30) تیس لاکھ انسان

حاضر ہوتے ہیں اور سب نے جمرات پر کنکریاں مارنی ہوتی ہیں، جس کو رمی جمار کہتے ہیں۔ ہر بندہ مجموعی طور پر تقریباً ستر کنکریاں مارتا ہے، اب تیس لاکھ کو اگر آپ ستر سے ضرب دیں، تو یہ کروڑوں میں بات بنے گی اور اتنی کنکریوں کو کہیں جمع کریں تو پہاڑ بنے گا۔ لیکن جو حج کرنے والے لوگ جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ وہاں بہت کم کنکریاں ہوتی ہیں، نبی علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے کی کنکری قبول ہو جاتی ہے اللہ رب العزت کے فرشتے اس کنکری کو اٹھا لیتے ہیں، یہ معجزہ قیامت تک رہے گا، بس ایک دو بلڈوزر لگے ہوتے ہیں، جو نیچے والی کنکریوں کو ایک طرف کر دیتے ہیں۔ بندوں کی تعداد زیادہ، جو کنکریاں نظر آتی ہیں ان کی تعداد تھوڑی تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

ایک مثال اور ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے زمزم پیا اور ڈول میں جو پانی تھا اس کو پی کر بچا ہوا پانی زمزم میں ڈال دیا، چنانچہ بعد میں آنے والے جتنے لوگ زمزم پی رہے ہیں، انکو زمزم پینے کا بھی اجر مل رہا ہے اور نبی علیہ السلام کا بچا ہوا پینے کا بھی ثواب مل رہا ہے۔ اب یہ ایک معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا، آپ ذرا غور کریں کہ تیس لاکھ بندے تو حج والے، جو مکہ مکرمہ کے ہیں وہ خود اپنی جگہ، تو اگر چالیس لاکھ بندے پانی پینے والے ہوں، انکے لئے کتنے ٹیوب ویل لگانے پڑتے ہیں اور کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ہے، کم و بیش ایک مہینہ یہ پورا مجمع رہتا ہے اور اب تو ماشاء اللہ مدینہ طیبہ میں بھی وہی پہنچایا جا رہا ہے اور ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ مکہ مکرمہ کے لوگ گردونواح کی بستیوں کے لوگ جدہ اور قریب کے اور شہروں کے لوگ بھی اپنے گھروں میں زمزم پیتے ہیں۔

چنانچہ گاڑیوں میں وہ اپنی بوتلیں لے کر جاتے ہیں ۲۰ لیٹر والی بڑی بڑی اور ہفتہ کا مہینہ کا پانی بھر کر لاتے ہیں، اتنی Consumption (مصرف) جو اس

پانی کا ہے، آخر ایک کنویں سے کیسے آ رہا ہے؟ کوئی انجینئر ذرا اپنی عقل دوڑائے کوئی سمجھائے کہ آخر دس بارہ انچ کا پائپ اور اتنے لاکھوں انسانوں کی ضرورت کو پورا کرنا، یہ ممکن نہیں ہے، یہ کیا ہے؟ حقیقت میں یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے اور یہ قیامت تک رہے گا۔ آج تو کہیں جو چار ٹیوب ویل لگا دو تو زیر زمین آبی سطح نیچے ہو جاتی ہے کہتے ہیں جی پانی پہلے 30 فٹ پر نکلتا تھا، اب 50 فٹ پر نکلنے لگ گیا، نیچے کے ریزرو Reserve ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ ریزرو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنا دیا کہ لاکھوں انسان اس پانی کو پیتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے اس پانی کی سپلائی ہو رہی ہے۔ تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، یہ دائمی معجزے ہیں ہمیشہ رہیں گے اسی طرح قرآن مجید کا معجزہ ہے یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

بیت اللہ اور قرآن......انسانیت کی جان:

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ قرآن مجید اور بیت اللہ، یہ دونوں چیزیں اس دنیا کی جان کی مانند ہیں۔ جب جان نکل جاتی ہے پھر انسان کا جسم مردہ ہو جاتا ہے، بیت اللہ کس لئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ﴾

بیت اللہ کو انسان کے قیام کا سبب بنایا، اسی طرح قرآن مجید کو بھی انسانوں کی باطنی زندگی کا سبب بنایا۔ تو انسانیت قرآن کے بغیر کبھی رہ ہی نہیں سکتی۔ جب وہ وقت آئے گا کہ نہ قبلہ رہے گا نہ قرآن رہے گا، تو سمجھ لو کہ پھر انسان بھی نہیں رہے گا۔ قیامت تک کے لئے یہ معجزہ ہے اور جاری رہے گا۔ آج چودہ سو سال گزر چکے، ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا دنیا میں نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، کفار نے کتنی کوششیں کی ہوں گی اس کو ختم کرنے کے لئے، مگر نہ اس کو مٹا سکے نہ اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال سکے، یہ اللہ تعالیٰ کا

محفوظ کلام ہے۔

جرمنی کا واقعہ:

جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے تھیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ میں ایک Project (منصوبہ) کنڈکٹ Conduct (طے) کیا گیا کہ مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا قرآن محفوظ ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، ذرا اس کو چیک تو کریں۔ اس کے لئے بہت سارا فنڈ مخصوص کیا گیا، ایک ڈیپارٹمنٹ الگ کر دیا گیا، انہوں نے اس میں بہت سارے لوگ رکھے اور انہوں نے پلاننگ یہ کی کہ دنیا کے مختلف علاقوں سے، شہروں سے، بستیوں سے قرآن کو اکٹھا کیا جائے۔ آخر پوری دنیا میں پرنٹ ہوتے ہیں، چنانچہ چالیس ہزار نسخے قرآن مجید کے اکٹھے کئے گئے، ہر نسخہ الگ جگہ سے منگوایا گیا۔ ان کا مقصد کیا تھا؟ کہ کہیں تو گڑبڑ مل ہی جائے گی۔ چنانچہ چالیس ہزار نسخے جمع کرنے کے بعد انہوں نے کچھ بندے بٹھائے اور وہ بندے سب مل کر دیکھتے رہے کہ اس لفظ میں اور جتنے قرآن مجید وہ دیکھ رہے ہیں کہیں کوئی فرق تو نہیں، زیر، زبر، نقطے کا، لیکن کوئی فرق نہیں تھا۔ حتیٰ کہ چالیس ہزار نسخوں کو دیکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکالا گیا کہ سب نسخوں میں ایک نقطے کا فرق بھی کہیں نظر نہ آیا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "بیشک یہ نصیحت نامہ ہم نے ہی نازل کیا اور اس کی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں" تو قرآن مجید محفوظ ہے اور یہ دائمی معجزہ ہے، جب تک انسانیت ہے دنیا میں تب تک، انکی ہدایت کے لئے اللہ کا یہ کلام موجود ہے۔

ایک کاتب کا قصہ:

ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کاتب تھا اور ہمیشہ سوچتا رہتا تھا

کہ پتہ نہیں کون سا دین سچا ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ ہم سچے، عیسائی کہتے ہیں کہ ہم سچے، مسلمان کہتے ہیں کہ ہم سچے، اب پتہ نہیں کہ کون سچا؟ اس کے ذہن میں خیال آیا، چلو میں اس کا کوئی حیلہ نکالتا ہوں، اس نے ایک تورات لی اور اس کی کتابت کی، کتابت کرتے ہوئے اس نے چلتے چلتے جو الفاظ ہوتے ہیں ان کو بدل دیا۔ چنانچہ اس کو لے کر وہ ایک ربائی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ میرے پاس ایک تورات ہے اور میں نے بڑی محنت سے لکھی ہے، میں آپ کو گفٹ Gift کرنا چاہتا ہوں، وہ بڑا خوش ہوگیا۔ اس نے کہا کہ جی بس آپ ہفتہ کے دن جو اپنی Prayer (عبادت) کرتے ہیں وہ اسی سے کیا کریں۔ ایک سال تک وہ اسکو استعمال کرتا رہا، اس کو کچھ پتہ نہ چلا، کاتب نے نتیجہ نکالا کہ یہ جھوٹا اور غیر محفوظ کلام ہے۔ چنانچہ پھر اس نے بائبل لی اور یہی طریقہ اس نے بائبل کے ساتھ اختیار کیا، ایک عیسائی پادری کو جا کر دی کہ آپ Sunday Prayer (اتوار کی عبادت) اس سے کیا کریں۔ ایک سال اس نے انتظار کیا اور ایک سال تک اس پادری کو پتہ نہ چلا کہ اس میں تبدیلی کہاں ہے۔

پھر اس نے قرآن مجید لکھا اور اس میں کچھ مقامات پر ان الفاظ کو جو ہم معنی سمجھے جاتے تھے وہ بدل دیے۔ اس نے جا کر ایک عالم جو حافظ قرآن تھے ان کو دیا کہ جی اس کو پڑھا کریں، انہوں نے بہت شکریہ ادا کیا۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا، ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا بھائی! یہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟ اس نے کہا، میں نے خود لکھا۔ پوچھا، تم نے جاگتے ہوئے لکھا تھا یا سوتے ہوئے؟ کہنے لگا، جاگتے ہوئے لکھا تھا۔ کہنے لگے، ذرا دیکھو! جتنی جگہوں پر اس نے الفاظ کو بدلا تھا، ایک ایک جگہ پر اس نے نشان لگا کر بتا دیا کہ یہاں یہ غلطی ہے۔ سبحان اللہ، تو یہ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے کہ جس میں ملاوٹ نہیں کی جا سکتی۔ اس قرآن مجید کو ختم کرنے کے لئے تاتاریوں نے کتنی

کوششیں کیں۔ اتنے نسخے کتابوں کے دریا میں ڈالے کہ پانی ہی کالا ہو گیا، ایک مہینے تک دریا کا پانی کالا چلتا رہا اتنی Ink (روشنائی) تھی، لیکن اس قرآن مجید کو مٹا نہ سکے۔

رشیا میں قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش:

جب رشیا کے اندر کمیونزم کا انقلاب آیا، تو اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جتنے قرآن مجید مل سکتے تھے، ان سب کو ضائع کر دیا اور یہ قانون بنا دیا کہ اگر کسی بندے کے گھر میں عربی زبان میں لکھا ہوا کوئی کاغذ بھی ملے گا تو اس بندے کو پھانسی لگا دی جائے گی۔ اب آپ اندازہ لگایئے، قرآن کی بات نہیں ہو رہی ہے، اگر عربی زبان میں لکھا ہوا کاغذ بھی ملے گا تو پھانسی لگا دی جائے گی۔ وہ چاہتے تھے اس زبان کا کوئی پرچہ بھی ملک میں نہ رہے، اتنا سیف سائڈ Safe Side (محفوظ) ہو کر انہوں نے کام کیا۔ ان کے خیال و وہم وگمان میں یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا اور سال دو سال کی بات نہیں ستر سال اسی طرح گزرے ہیں، وہاں کے مسلمان قرآن پڑھ نہیں سکتے تھے ان پر پابندی تھی۔

ایک عجیب واقعہ:

اس عاجز کو ایک مرتبہ تاشقند میں جانے کا موقع ملا تو سڑک کے کنارے کہیں جا رہے تھے۔ ایک خاتون قریب ہوئی اور پوچھنے لگی کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ کہا، جی ہاں۔ کہا، کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ جی ہے، سفر میں چھوٹا جیب میں جو قرآن مجید رکھتے ہیں وہ اس عاجز کے پاس موجود تھا۔ اس نے کہا، جی کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟ جی آپ دیکھیں، اس نے قرآن مجید لیا تو میرے جو ساتھی تھے وہ کہنے لگے یہ تو اس کو آنکھوں سے لگا رہی ہے، چوم رہی ہے، سینے سے لگا رہی ہے، اس کو کیا ہوا؟ میں نے کہا، اس سے پوچھو۔ جب اس نے پوچھا کہ اللہ کی بندی کیا ہوا؟

کہنے لگی کہ میری عمر اڑتالیس سال ہے اور میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کے قرآن کو دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے قرآن دیکھا ہی نہیں تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ شاید اب قرآن یہاں سے مٹادیا گیا ہے، مگر قرآن نے کیا مٹنا تھا مٹانے والے خود مٹ گئے۔

ایک پاکستانی انجینئر کا واقعہ:

ہمارے اپنے ایک دوست تھے مکینیکل انجینئر، وہ پاکستان اسٹیل مل کے اندر انجینئر لگے۔ ستر کی دہائی کا زمانہ تھا، پاکستان میں رشیا نے فیکٹری لگائی تھی، تو ٹریننگ کے لئے ان کو ماسکو جانا پڑا۔ جمعہ کا دن آگیا، ان کا جی چاہا کہ میں کہیں مسجد میں جاؤں، نماز پڑھوں۔ پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ صرف دو مسجدیں کھلی ہیں باقی سب کو بند کیا ہوا ہے اور وہ بھی Tourist Purpose (تفریح کی غرض سے آنے والوں کے لئے) کہ یہاں سیاح آتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ یہ ان میں سے ایک مسجد میں پہنچ گیا، جب وہاں پہنچا تو جس کے پاس چابی تھی اس نے کہا دروازہ تو میں کھول دیتا ہوں لیکن تم اس میں کوئی عبادت مت کرنا اگر پولیس پکڑ کرے گی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ اس نے کہا، بھائی میں یہاں پر Guest (مہمان) ہوں، اپنے ملک میں بھی مسلمان تھا میں یہاں بھی مسلمان ہوں، یہ مجھے کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ میں اپنی نماز ادا کروں گا، اس نے نماز پڑھی۔ جب اذان دی تو دو چار چھوٹے بچوں نے اسے دیکھا، اب جب یہ نماز پڑھ کر باہر نکلنے لگا تو ان بچوں نے اشارہ کیا کہ آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ ان کے پاس ٹائم تھا چلے گئے، جیسے ہی اس گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں پر بہت سارے مرد اور عورتیں جو قریب قریب رشتہ دار تھے وہ اکٹھے ہیں، کنڈی لگانے کے بعد انکے چہروں پر جو خوف تھا وہ ختم ہو گیا۔ وہ بڑے شوق سے ملے اور کہنے لگے مسلمان! مسلمان! یعنی ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہ بہت خوش ہوئے کہ میری اس کفرستان میں اللہ کے ان مومن

بندوں سے ملاقات ہو گئی۔ خیر نہ یہ ماسکو کی زبان سمجھتے تھے اور نہ وہ ان کی زبان سمجھتے تھے، تو انٹرنیشنل زبان ہے Language of Sign (اشارہ کی زبان) وہ استعمال کرتے رہے۔ انہوں نے چائے پلائی، کھانا کھلایا پھر بیٹھ گئے، تو بچے آگے بیٹھے، پیچھے ان کے مرد بیٹھے، عورتیں اس کے بھی پیچھے دور بیٹھ گئیں، جو ٹوٹی پھوٹی باتیں ایک دوسرے سے کر سکتے تھے کرنے لگے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ایک بچے سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟ اس نے سر ہلایا ہاں پڑھا ہوا ہوں۔ میں نے جیب سے قرآن پاک نکالا اور اس کو کہا کہ تم یہاں سے پڑھو! اب وہ بچہ کبھی میرا چہرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن کو دیکھتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ پڑھو! وہ کبھی میرا چہرہ دیکھتا ہے کبھی قرآن پاک کو دیکھتا ہے۔ جب تیسری دفعہ میں نے اس سے کہا کہ بھئی پڑھو! یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا...... جیسے ہی میں نے دو تین لفظ ادا کئے بچے نے پڑھنا شروع کر دیا، اب وہ پڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا پہلے پڑھ نہیں رہا تھا اب پڑھنا شروع کر دیا تو رک نہیں رہا، تو میں نے اس کے والد کی طرف دیکھا، اس کے والد مسکرائے اور کہنے لگے...... کہ جی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں پر کتابی شکل میں قرآن نہیں ہے، پرانے حفاظ ہیں، ان میں کوئی درزی ہے تو ہم اپنے بچے کو کپڑے سینا سیکھنے کے بہانے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں وہ بچے کو کپڑا سینا بھی سکھاتا ہے اور ایک دو آیات اندھے کی طرح اس کو سبق بھی دیتا رہتا ہے نابینا کی طرح اور یہ بچہ اس کو یاد کر کے سنا دیتا ہے، ہمارے بچے قرآن پاک کے حافظ تو بن جاتے ہیں یہ قرآن پاک کو ناظرہ پڑھنا نہیں جانتے۔ جب آپ نے دکھایا تو کیا پتہ یہ پہلی دفعہ دیکھ رہا ہے، کہنے لگے میں حیران ہوا کہ لوگو! تم نے کاغذ پر لکھے قرآن پر تو پابندی لگا دی تم سینوں پر لکھے قرآن کا کیا بگاڑ سکتے ہو ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ بیشک یہ قرآن مجید ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم

ہی ذمہ دار ہیں۔

ازبکستان اور قرآن:

ہمیں ایک مرتبہ رمضان المبارک ازبکستان میں گزارنے کا موقعہ ملا۔ ہمارا اندازہ یہ تھا کہ چونکہ ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا اس ملک کے آزاد ہوئے تو ان کے یہاں تو حافظ نہیں ہوں گے اور اکثر مسجدوں میں تو آخری دس سورتوں سے ہی تراویح پڑھی جائے گی، لیکن جب وہاں پہنچے تو وہاں دو باتیں عجیب دیکھیں۔

......ایک بات تو یہ کہ ازبکستان کی ہر مسجد میں تراویح میں تین قرآن پاک پڑھنے کا عام دستور ہے، ہر عشرہ میں قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ ایک دو مساجد کی بات نہیں، چند مساجد کی بات نہیں، جہاں بھی مسجد میں تراویح ہوتی ہے وہاں تین ختم ہوتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ جو بچہ یا بوڑھا ایک دفعہ مسجد میں داخل ہو گیا، وہ بیس تراویح میں تین پارے سنے بغیر مسجد سے باہر قدم نہیں رکھتا، قرآن مجید کی اتنی محبت ان لوگوں میں دیکھی، اللہ اکبر کبیرا جیسے بچھڑا ہوا کوئی بندہ ملتا ہے اس کا ایک دفعہ گلے ملنے سے دل نہیں بھرتا ہے تو وہ بار بار گلے ملتا ہے ٹھیک ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ لوگ اللہ کے قرآن سے بچھڑے ہوئے تھے۔

......دوسری بات وہاں کی حکومت نے ایک اعلان کیا کہ ہم قرأت کانفرنس کروانا چاہتے ہیں، تو جو حافظ، قاری ہوں، صرف وہ Apply کریں (درخواست دیں) تو لوگوں نے درخواستیں دیں، اب اس کا نتیجہ پتہ ہے کیا نکلا؟ ان کے پاس اس میں حصہ لینے کے لئے چودہ ہزار حفاظ کی درخواستیں آئیں۔ ہم سمجھتے تھے کوئی حافظ نہیں ہوگا، اللہ کی شان، وہاں پر چودہ ہزار حفاظ نکل آئے اللہ اکبر ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ اس نصیحت نامہ کو ہم نے ہی نازل کیا اور اسکی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔

واشنگٹن کی بات:

۱۹۹۳ء کی بات ہے، یہ عاجز واشنگٹن ایریا میں رہتا تھا، تو کچھ علماء میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ جی ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں پر Inter faith Council (بین المذاہب کونسل) بنی ہوئی ہے، اس زمانے میں یہ عام نہیں تھی، اب تو بہت عام ہوتی جا رہی ہے۔ وہاں پر مختلف مذاہب کے لوگ جاتے ہیں اور جا کر اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرتے ہیں مسلمانوں میں سے کوئی بھی وہاں نہیں جاتا، چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب کے سب مسلمانوں کی مخالفت پر جمع ہو جاتے ہیں تو کوئی بندہ ایسا ہونا چاہیے جو وہاں جائے اور اس میں شریک ہو اور اگر ان کو اسلام کے بارے میں کوئی بات کرنی ہے، پوچھنی ہے، اعتراض ہے تو اس کا جواب دے۔ میں نے کہا، جی بہت اچھی بات ہے آپ لوگ جائیں۔ کہنے لگے نہیں، ہم تو آئے اس لیے ہیں کہ آپ نے وہاں جانا ہے، میں نے کہا کہ جی میں تو ایک چھوٹا سا طالب ہوں میں نہیں جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ جو پادری اور ربائی لوگ ہیں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں اگر کوئی فقط عالم ہے تو اس سے سائنس کا سوال پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ سائنس پڑھا ہوا ہے تو اس سے دین پوچھتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ دین بھی پڑھا ہوا ہے سائنس بھی جانتا ہے تو اس سے اسلام میں روحانیت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کنفیوز Confuse (پریشان) کر دیتے ہیں اسکو، تو چونکہ آپ Jack of all trades but master of none ہیں، تو اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ وہاں جائیں۔ بہت کوشش کی بچنے کی مگر چونکہ حکم تھا انکا کہ آپ نے جانا ہے اسلئے پھر جانا پڑا اور وہ لے کے گئے، اور انہوں نے جا کر وہاں بتا دیا کہ جی آج کے بعد یہ یہاں آیا کریں گے۔ میں نے بھی ان

لوگوں کو بتا دیا کہ جی میں ایک طالب علم ہوں اور میں اسلئے یہاں آیا ہوں کہ اگر آپ کو کچھ پوچھنا ہو میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہوگا تو میں بتا دوں گا اور نہیں سنا ہوگا تو میں پوچھ کر بتا دوں گا۔ اس میں کیا شان تحقق ہے کسی کی، شان تو گئے اس کی کہ جس کی ہو۔ تو خیر جانا شروع کر دیا وہاں کچھ عرصہ جانے سے تھوڑا ان کے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک تبدیلی تو یہ ہوئی کہ اب انہوں نے جو لسٹ Listبنائی تو الحمد للہ اسلام کا نام سب سے اوپر لکھا اور دوسرا یہ کہ اب جو ذرا بات کرتے تو تھوڑا مسلمانوں کے بارے میں اسلام کے بارے میں تو محتاط ہو کر کرتے۔ خیر اس دوران اکثر میں دیکھتا کہ جب میں وہاں جاتا تو میں جبہ، عمامہ، ہاتھ میں عصا، ایک ربائی جو تھا وہ مجھے بڑے غور سے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کے قریب میری سیٹ بنا دی گئی، وہاں سیٹ پر نام لکھ دیتے تھے کہ کہاں کس نے بیٹھنا ہے، تو جب میں وہاں جا کر بیٹھتا تو وہ مجھے کہتا ہے کہ You always come in a different respective look.(آپ ہمیشہ ایک منفرد شخصیت کے روپ میں تشریف لاتے ہیں) میرے دل میں خوشی ہوئی الحمد للہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے، اس کے دل پر چوٹ ذاتی ضرور ہے۔ خیر ایک دن جو سیکرٹری تھا اس نے پوچھا کہ Next Meeting(اگلی میٹنگ) کا ایجنڈا کیا ہو؟ تو میں نے کہا کہ جی میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ آئندہ میٹنگ میں ہر مذہب والا، دین والا، جو انکے پاس ورڈ آف گاڈ Word of God(خدائی کتاب) ہے وہ پڑھ کر سنائیں۔ اسکو یہ آئیڈیا بڑا اچھا لگا اور سب نے اس کو ہاں کر دیا، لو جی اگلی دفعہ جب پہنچے تو وہ سیکرٹری صاحب کہنے لگے کہ مسٹر احمد! چونکہ آپ ہی نے یہ تجویز دی تھی لہٰذا آپ ہی شروع کریں...... جو بولے وہی کنڈی کھولے۔

خیر ہم نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور سورۃ فاتحہ کا آسان لفظوں میں ترجمہ ان کے سامنے پیش کر دیا، اندر لائن آئیڈیا یہ تھا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں میں جتنا کچھ نازل کیا اس کا خلاصہ قرآن مجید میں آ گیا اور جتنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا سب کا سب سورۃ بقرہ میں آ گیا اور جو کچھ سورۃ بقرہ میں نازل ہوا سارا کا سارا سورۃ فاتحہ میں ہے، اسلئے اس کو فاتحہ الکتاب کہتے ہیں ۔ یہ دیباچہ ہے پورے قرآن مجید کا۔ یہ سمری ہے تو ہم نے کہا بھائی چلو سمری ہی سنا دیتے ہیں، پورا قرآن ایک طرح سے سن لیں گے۔ خیر انہوں نے توجہ سے سنا، خوش ہوئے، اب آگے پادری صاحب بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد ربائی تھا، پھر آگے ایک ہندو بھی تھا اور بھی مذاہب کے بہت سے لوگ تھے۔ خیر جب انہوں نے پادری کو کہا تو اس نے اپنی بائبل نکالی اور انکے یہاں ایک پہاڑی کا وعظ کہا جاتا ہے، وہ بڑے شوق سے پڑھ کر سناتے ہیں کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ لگائے تو تم دوسرا گال بھی پیش کر دو، عمل جا ہے جو بھی ہو۔ خیر اس نے وہ پڑھنا شروع کیا، اس پر اس عاجز نے سیکرٹری کو کہا کہ مجھے اس میں ایک پوائنٹ شیئر کرنا ہے، اس نے کہا، کیا؟ میں نے کہا جی کہ میری پچھلی دفعہ جو بات ہوئی اور جو لکھا تھا، وہ یہ تھا کہ جن مذہب والوں کے پاس جو ورڈ آف گاڈ ہے وہ پڑھ کر سنائیں تو میں اتنا پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بائبل انگلش میں نازل ہوئی تھی، بھائی ورڈ آف گاڈ سنایئے! اب وہ سمجھے کہ ہم تو Trap ہو گئے (پکڑے گئے) تو تھوڑی دیر تو بالکل Silent (خاموش) رہے۔ ایک منٹ کے سکوت کے بعد ربائی آگے ہوا اور مجھے کہتا ہے کہ مسٹر احمد! Let me be very open in front of you (میں آپ کے سامنے کھل کر یہ بات کرتا ہوں) جتنے ادیان اس وقت دنیا میں ہیں، ان میں خدا کا کلام جس زبان میں نازل ہوا کسی کے پاس نہیں ہے سوائے مسلمانوں کے۔ اتنے لوگوں کے درمیان جب اس نے یہ اسٹیٹمنٹ دی تو دل کو اتنی خوشی ہوئی الحمد للہ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ رب العزت کا

کلام آج بھی اسی طرح محفوظ ہے، نہ کوئی بندہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے نہ اسکو ختم کر سکتا ہے، وہ خود ختم ہو جائے گا، جو اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔

قرآن پاک کے مختلف نمونے:

ہمیں میں ایک لائبریری دیکھنے کا موقعہ ملا، تو قرآن مجید وہاں مختلف انداز میں لکھا ہوا دیکھا،

ایک اتنا چھوٹا لکھا دیکھا کہ جیسے تعویز بنا کر گلے میں ہی ڈال لو، اتنا چھوٹا، کہنے لگے کہ جی ایک کاتب تھے یہاں جو چاول کے دانے پر سورۃ اخلاص لکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر، اللہ نے قلم کا فن جس کو دیا وہ قرآن کے ساتھ اپنی محبت دکھاتا ہے اس نے وہ چھوٹا سا قرآن پاک دکھایا۔

پھر انہوں نے ایک قرآن پاک دکھایا پتے پر لکھا ہوا، ہم بڑے حیران، ہم نے اس کو دیکھا۔ تو جیسے شیشم کا پتہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر باقاعدہ رگیں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں، وہ بالکل نظر آرہی تھیں، لیکن اللہ جانے کیا چیز استعمال کی تھی کہ وہ پتہ ٹوٹتا بھی نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ یہ کاغذ بننے سے پہلے کا لکھا ہوا قرآن ہے۔

پھر ایک قرآن پاک اور دیکھا، کہنے لگے جی یہ قرآن پاک ہے۔ وہ دیکھا تو نیچے سے چھت تک جیسے فوم Foam کے گدے رکھے ہوں ذرا کپڑا ہٹایا تو پتہ چلا کہ یہ تو لوہے کی چادریں ہیں۔ بھائی یہ کیا؟ کہنے لگے کہ جی یہ لوہے کی چادریں ہیں اور اس میں انگریو Engrave کر کے یعنی کھود کر قرآن پاک لکھا گیا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لئے؟ کہنے لگے کہ ہمارے علماء نے اس لئے لکھا کہ جیسے ہر چیز کا اسٹینڈرڈ (Standard) (معیار) ہوتا ہے۔ یہ گرین وچ ٹائم کا اسٹینڈرڈ ہے، یہ فلاں کا اسٹینڈرڈ ہے، انہوں نے قرآن پاک کو لکھ کر اسٹینڈرڈ بنا دیا۔ سینکڑوں سال بعد آنے والے زمانے میں بھی اگر کسی کو اشکال پیش آئے گا،

اسٹینڈرڈ سے کمپیئر Compare کر کے دیکھ لے گا کہ اللہ کا قرآن کیا ہے، اس امت کے علماء نے حفاظت قرآن میں کیا کیا کام کر دکھایا، تو قرآن مجید نبی علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی ختم کر سکتا ہے۔ ان چودہ سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا، ایک دن تو بڑی بات ہے، ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی اللہ کا قرآن موجود نہ ہو، دنیا قرآن سے خالی نہیں ہوئی، آج بھی موجود ہے، الحمدللہ تو یہ نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

چار معجزات

چار معجزات ہیں، جن کا میں آج تذکرہ کروں گا، جو نبی علیہ السلام کی نبوت کا ایک ثبوت ہیں اور قیامت تک رہیں گے ان میں سے۔

......(۱) پہلا معجزہ:

اللہ رب العزت کا کلام ہے۔

......(۲) دوسرا معجزہ:

نبی علیہ السلام کا فرمان۔

حدیث مبارکہ، چونکہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا: کہ اے محبوب! آپ کو بھیجا گیا

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾

کہ آپ انسانوں پر جو نازل ہوا اس کو واضح کر دیں، یہ وضاحت ہے یہ تفصیل ہے، اللہ کے کلام کی، چنانچہ احادیث بھی محفوظ۔

الحمدللہ محدثین نے اس پر کام کیا، یہ محدثین کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں

جن کے دلوں میں اللہ نے عشق رسول کو اتنا بھر دیا کہ اب اس عشق میں ڈوب کر ان کو نبی علیہ السلام کے اقوال، افعال کو جمع کرنے کی یاد کرنے کی محبت نصیب ہوگئی، زندگی لگا دی اسی کے اوپر۔ چنانچہ پہلے دور میں حافظ کا لفظ استعمال ہی اس کے لیے ہوتا تھا جو حافظِ حدیث ہوتا تھا۔ آج ہمارے زمانے میں تو مختلف معاملہ ہے، حافظ کا مطلب ہوتا ہے قرآن کا حافظ، قرآن مجید تو پہلے ہر کسی کو یاد ہوتا تھا الا ماشاء اللہ، اتنا فرق ہوتا تھا کسی کو کلی یاد ہوتا تھا اور کوئی جزوی، حافظ تو سارے ہی ہوتے تھے، لیکن جس کو حافظ کہا جاتا تھا، حافظ ابن قیم، حافظ ابن تیمیہ، یہ حافظ سے کیا مراد تھا؟ یہ حدیث کے حفاظ تھے، چنانچہ لاکھوں حدیثیں یاد تھیں۔ اللہ اکبر۔

امام ابوزرعہؒ:

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ایک شاگرد تھا، اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن ان کے درس میں گیا تو ذرا دیر ہوگئی، واپس گھر آیا تو بیوی سے تھوڑی تلخ کلامی ہوگئی۔ اس نے کہا کہ تمہیں تو کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا، کوئی مر جائے، تمہیں کیا پروا کسی کی۔ سمجھانے کی کوشش کی مگر غصہ ذرا زیادہ تھا، بیوی نے باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ تم کیا وقت ضائع کرتے ہو وہاں جا کر، اس نے کہا میں پڑھنے جاتا ہوں، اس نے کہا تمہارے استاد کو کچھ نہیں آتا تمہیں کیا آئے گا۔ اب جب اس نے استاد کے بارے میں بات کی یہ بھی نوجوان تھا، گرم خون تھا، اس نے کہا اچھا میرے استاد کو اگر ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو پھر تجھے طلاق۔ اب تو چلو غصہ تھا، ٹھنڈا ہوا، رات بسر ہوگئی، صبح ذرا دماغ نے کام کرنا شروع کیا، اب مرد کو بھی محسوس ہوا میں نے غلط کیا، عورت کو بھی محسوس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ان کے استاد کے بارے میں تو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس نے پوچھا جی بات یہ ہے کہ اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا

نہیں ہوئی؟ چونکہ Conditional (مشروط) تھی کہ اگر آپ کے استاد کو اتنی حدیثیں یاد نہ ہوں تو طلاق۔ اس نے کہا جی میں استاد سے جا کر پوچھتا ہوں، چنانچہ ابوذرعہؒ کے پاس آئے اور آ کر انہوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ معاملہ ہو گیا میں کارنامہ کر کے آیا ہوں، اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! جا کر تم میاں بیوی کی طرح رہو، اس لئے کہ ایک لاکھ حدیثیں مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے، یہ حفاظ حدیث تھے۔ تو کتابوں میں بھی محفوظ کیا اللہ نے اور سینوں میں بھی محفوظ فرمایا، اب تو تدوین ہو چکی، مدون شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، کوئی چودہ سو سال میں ایسا وقت نہیں آیا کہ احادیث رسول ﷺ ناپید ہوئی ہوں۔ تیسری صدی میں تو صحاح ستہ کی کتابیں بھی مکمل ہو گئی تھیں، تو ہزار گیارہ سو سال جو اس کے بعد گزرے ایک دن بھی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ کہیں بھی نبی علیہ السلام کا فرمان اس کتابی شکل میں موجود نہ ہو، نہ قرآن مٹا، نہ حدیث مٹی، سبحان اللہ۔ یہ حدیث پاک اصل میں قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تفصیل ہے۔

ایک نکتہ کی بات:

یہ جو تعلیمات اسلامیہ ہیں، اصل میں یہ انسانوں کو انسان بنانے کے لئے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ذرا کھولتا چلوں کہ

"اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ ، عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ"

علم دو قسم کے ہیں، دین کا علم اور اجسام کا علم

یہ جو ہمارا دین کا علم ہے، یہ علم الادیان ہے، اللہ کی معرفت کا علم ہے، انسانیت کو انسان بنانے کا علم ہے۔ باقی جتنے ہیں علم الابدان ہیں، یہ مادے کے علم ہیں، یہ ضروریات زندگی کے علم ہیں، یہ انسان کو انسان نہیں بنا سکتے۔

الیکٹریکل انجینئر ہے، فلاں انجینئرنگ ہے، فلاں ٹیکنالوجی ہے، وہ انسان کی ضرورت تو پوری کر سکتے ہیں، انسان کو انسان تو نہیں بنا سکتے۔

دین اسلام نے دنیا کو کیا کیا دیا:

چنانچہ دین اسلام کی کچھ خوبیاں ایسی ہیں کہ جو آپ ٹیکنالوجی کے ذریعہ سے پیدا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایمان، یہ ایک ایسی نعمت ہے، جو کسی سائنسی علم سے پیدا نہیں ہو سکتا، یہ دین کا علم پیدا کرے گا اور اللہ پر ایمان کے کیا فوائد اور نتائج ہیں، ہم شاید اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔

امریکہ کا ایک واقعہ:

مجھے ایک مرتبہ امریکہ میں ایک ریاست میں جانا پڑا، جس کا سلوگن ہے، First in Flight (پرواز میں اوّلین)۔ جہاز بنانے والا سائنسدان اس ریاست کا رہنے والا تھا۔ وہاں عشاء کے بعد بیان تھا، جن عالم کے یہاں گئے تھے، ان کے ساتھ بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ جی دعا کریں میں یہاں جیل میں جاتا ہوں اتوار کے دن، وہاں کے لوگوں کو میں دین کی تعلیم دیتا ہوں اللہ اس میں برکت ڈالے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جی آپ مجھے وہاں کی کوئی خاص بات سنائیں۔ کہنے لگے بس ایک بات سناتا ہوں پھر عشاء کا وقت ہونے والا ہے، انہوں نے بات یہ سنائی۔

ایک بندہ آیا جو وہیں کا گورا امریکن تھا، کہنے لگا میں نے اس سے بات چیت کی، دین اسلام کو پیش کیا، الحمد للہ اس نے دین کو قبول کر لیا۔ اب میں نے اس کو دین سکھانا بھی شروع کر دیا، جو ضروریات دین ہیں وہ اس کو بتانی شروع کر دیں، نماز ایسے پڑھتے ہیں، یہ یہ مسائل وضو ہیں، تاکہ اللہ کے فرائض پورے کر سکے، پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھانا شروع کر دیا، اس دوران وہ میرے بہت قریب ہو

گیا بالکل جیسے جگری یار ہوتا ہے، وہ ایسا یار بن گیا، میں نے اس کا نام علی رکھا تھا۔ ایک دن مجھے پتہ نہیں کیا خیال آیا، میں نے اس سے Question (سوال) پوچھا کہ علی! یہ بتاؤ کہ اسلام لانے سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد تمہیں اپنے اندر کیا تبدیلی نظر آئی؟

جیسے ہی میں نے اس سے یہ سوال پوچھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ شاید میں نے سوال پوچھ کر غلطی کی، تو میں نے پوچھا بھائی کیوں کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ! تم میرے جذبات کو سمجھ نہیں سکتے، تم سے چونکہ میں اپنی Personal باتیں بھی شیئر کر سکتا ہوں تو اتنی میری تمہارے ساتھ دوستی ہے، میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اسلام لانے سے پہلے میں ذہنی مریض تھا، نفسیاتی مریض تھا۔ اور مرض میرے اندر یہ تھا کہ مجھے انسانوں کے خون بہنے کا منظر اچھا لگتا تھا، میں نے بے گناہ چھتیس مرد اور عورتوں کو قتل کیا ہے، بغیر کسی ریزن Reason (وجہ) کے جب وہ تڑپتے تھے تو میں ان کے گرد ناچتا تھا، مجھے اچھا لگتا تھا اور اس جیل میں میں قتل کے جرم میں نہیں آیا یہاں تو میں ایک چھوٹے سے جرم میں آیا ہوں، چھ مہینے بعد میں باہر چلا جاؤں گا، میرا ایسا پتھر دل تھا انسان کی جان لینے پر بھی جس کو کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ اب تم نے مجھے کلمہ پڑھایا، اب میرے ذہن میں قیامت کا تصور آیا، سوال و جواب کا تصور آیا، اب میرے دل کی یہ حالت ہے کہ جب میں اس کمرے سے Walk (چہل قدمی) کرنے کے لئے باہر نکلتا ہوں، میں اس کا بھی خیال کرتا ہوں کہ میرے پاؤں کے نیچے آ کر کوئی چیونٹی بھی نہ مر جائے اسائنس بندے کو یہ ایمان تو نہیں دے سکتی۔

اسلام اور گھریلو زندگی:

یہ گھریلو زندگی کا تصور ہے دین اسلام میں، یہ اللہ کی عجیب نعمت ہے۔ یہ

سائنس کے ذریعے سے پیدا نہیں کیا سکتا، یہ محبتیں، یہ الفتیں بہن، بھائی، ماں، باپ، میاں، بیوی، یہ محبتیں (لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا) اے میرے محبوب! زمین کے جتنے خزانے ہیں، سارے آپ اگر اکٹھا خرچ کر دیتے تو (مَـا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ) ان لوگوں کے دلوں میں محبتیں پیدا نہیں کر سکتے تھے، (وَلٰکِنَّ اللّٰـهَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ) اللہ نے دلوں میں محبتیں پیدا کر دیں۔ یہ عجیب چیز ہے، اللہ اکبر! سائنس کے ذریعے سے یہ نعمت نہیں پیدا کی جا سکتی، چنانچہ آج جو ملک کہتے ہیں، کہ جی ہم بڑے ترقی یافتہ ہیں، وہاں جا کر دیکھیں تو ان کی گھریلو زندگی بہت ہی زیادہ افراتفری کا شکار ہے۔

ایک امریکی ماں بیٹے کا واقعہ:

نیویارک، نیوجرسی کے درمیان ایک ریاست ہے، وہاں ایک ماں نے بیٹے پر مقدمہ کیا کہ میرا خاوند مر گیا، یہ میرا جوان بیٹا ہے، میں اور یہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، میں اس پر مقدمہ یہ کر رہی ہوں کہ اس نے کتے پالے ہوئے ہیں اور دن میں پانچ گھنٹے ان کتوں کو کھلاتا پلاتا بھگاتا ہے، ان کے ساتھ وقت گزارتا ہے، میں اس کی بیوہ ماں ہوں یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے نہیں آتا۔ تو حکومت اس کو حکم کرے کہ روزانہ دن میں پانچ منٹ میرے پاس آ کر کم از کم میری خیریت ہی پوچھ لیا کرے۔

مقدمہ چلا، بیٹے نے بھی وکیل کیا، ماں نے بھی وکیل کیا، یہ اخبارات کی بھی زینت بنا، پورے ملک نے سنا، مقامی قوانین کے مطابق جج نے بالآخر فیصلہ دیا کہ کتے کیونکہ اس بچے نے پالے ہیں تو کتے اس کے اوپر Liability (ذمہ داری) ہیں، اب تین گھنٹے لگیں یا پانچ گھنٹے لگیں اس کو لگانے پڑیں گے، رہ گئی ماں تو بچے کی عمر اٹھارہ سال سے اوپر ہو چکی تو اب ماں اس کے اوپر لائبلٹی نہیں، اس کو

کوئی تکلیف ہے تو وہ حکومت سے رجوع کرے ہم اس کو بڑی عمر کے جو بوڑھے خانے بنے ہیں وہاں بھیج دیں گے اور وہاں وہ زندگی گزارے گی، جہاں ماں بیٹے کا یہ تعلق ہو تو بتایئے کہ انسانیت وہاں کہاں ہو گی۔

ایک انگریز کا واقعہ:

ہمارے ایک سول انجینئرنگ کے پروفیسر تھے، ڈاکٹر اقبال علی ایک مرتبہ ان سے یونیورسٹی میں ہم ان کا پیریڈ پڑھ رہے تھے تو وہ بتانے لگے، میں اپنے ایک دوست کے ساتھ تھا U.K. میں، کبھی کبھی میں اس کے دفتر چلا جاتا تھا۔ وہ جیسے ہی آ کر بیٹھا تو تھوڑی دیر میں اس کی سیکرٹری آئی اور کہنے لگی سر! Sir! ہاسپٹل سے آپ کے لئے کال Call ہے۔ اب ہم لوگوں کی شخصیتیں، طبیعتیں ایسی بنی ہوئی ہیں، ایسا بات سن کے ہم ذرا فورا متفکر ہوتے ہیں کہ آخر کیا ہوا۔ اس نے خیر فون پر بات کی اور بات کر کے فون رکھ دیا، مجھ سے بات کرنے لگا، میں نے کہا کہ بھائی خیریت تو ہے؟ کہنے لگا، ہاں Every thing taken care۔ اس نے بتایا کہ جی میرے والد جو تھے بیمار تھے، ہسپتال میں تھے، ڈاکٹر کا فون آیا کہ وہ فوت ہو گئے اور میں نے ڈاکٹر کو کہہ دیا ہے کہ میرے والد کو سمٹری سروسس Cemetry Services والے کے حوالے کر دو میں ان کا بل پے کر دوں گا۔

دین نے ہمیں کیا دیا:

جہاں باپ اور بیٹے کا یہ تعلق ہو، انسانیت وہاں کہاں؟ یہ جو محبتیں ہیں، میاں بیوی کی یہ ہمارے درمیان ہیں، وہاں تو یہ بزنس ہے۔ ہمیں ایسے لوگ ملے جو کئی سال سے میاں بیوی ہیں، بیوی کے پاس سگریٹ ختم ہے تو اپنے خاوند سے ادھار مانگتی ہے اور خاوند کے پاس ختم ہو تو بیوی سے ادھار مانگتا ہے، یہ وہاں میاں بیوی کا تعلق ہے۔ تو جو یہ ازدواجی زندگی کا تصور دین نے پیش کیا یہ دنیا میں کسی کے

پاس نہیں ہے اور نہ سائنس اور ٹیکنالوجی سے یہ پیدا کیا جا سکتا ہے، فزکس، کمسٹری پڑھتے جایئے، میڈیکل سائنس پڑھتے جایئے، کون بتائے گا کہ ماں سے محبت ضروری ہے۔

اسلام کی ایک اور خوبی:

تیسری نعمت یہ کہ شریعت نے جو خیر خواہی کا حکم دیا، یہ ایک عجیب تعلیم ہے دین اسلام کی۔ ''الدین النصیحة'' دین سراسر خیر خواہی ہے، چنانچہ مؤمن اپنا بھی خیر خواہ دوسروں کا بھی خیر خواہ، ہر ایک کا خیر خواہ۔ یہ خیر خواہی کا جذبہ سائنس نہیں پیدا کر سکتی، سائنس تو بتائے گی کہ تم نفع کیسے لے سکتے ہو، سود کے ذریعہ خون کیسے نچوڑ سکتے ہو، تم اپنا کاروبار کیسے چمکا سکتے ہو، یہ نہیں بتائے گی کہ تم دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کیسے کر سکتے ہو؟

اسلام نے خیر خواہی کا درس دیا:

چنانچہ صحابہ میں سے ایک بزرگ تھے، انہوں نے گھوڑا خریدا، مثلاً دو ہزار روپیہ کا۔ گھر آئے، اگلے دن دوست آئے ان کو دکھایا، اجی گھوڑا خریدا ہے، سب بڑے خوش ہوئے، یار! تجھے بہت اچھا مل گیا، ویسے لگتا تو یہ تین ہزار کا ہے۔ جب دوست چلے گئے تو یہ ایک ہزار روپیہ لے کر گئے اور اس کے مالک کو جا کر دیئے، بھائی کس لئے؟! کہنے لگے آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی یہ چیز کتنی قیمتی ہے، لوگوں کی Assesment (جائزہ) تین ہزار کا ہے، میں آپ کو ایک ہزار روپے ادا کرتا ہوں۔ اگلے دن اور لوگ آ گئے، کسی نے کہہ دیا جناب! یہ تو چار ہزار کا ہے، ایک ہزار اور لے کر چلے گئے، بھائی آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کی چیز کی ویلیو Value کتنی ہے، لوگوں کی اسسمنٹ اتنی ہے۔ کسی نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے میرے محبوب کا حکم ہے ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ'' میں اپنے بھائی کی خیر

خواہی کر رہا ہوں، سائنس تو یہ نعمت نہیں سکھا سکتی، یہ دین اسلام کی خوبصورتی ہے، کہ اس نے یوں خیر خواہی کی تعلیم عطا فرمائی۔

اسلام نے ہمیں ایثار دیا:

''ایثار'' ایک دوسرے کے لئے قربانی دینا، ہم نے خود دیکھا ہم امریکہ میں ایک جگہ پر گئے ٹکٹ خریدنی تھی، کاؤنٹر کے اوپر، کہا کہ ٹکٹ بنا دو، اب اس لڑکی نے ٹکٹ بنا دی، جب پیسے دینے کا وقت آیا، تو ہم نے بھی جیب میں سے پیسے نکالے کہ اس کو ادا کریں اور ساتھی نے بھی نکال لے، اب میری چاہت تھی کہ مجھ سے لے لے اور ساتھی کی چاہت تھی مجھ سے لے لے، وہ کام چھوڑ کر بیٹھ گئی۔ ہم نے پوچھا اللہ کی بندی کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ Thats the reason I love the people یہ وجہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے محبت کرتی ہوں، میرے پاس ہمیشہ جب بھی دو مسلمان آتے ہیں، میں یہ دیکھتی ہوں کہ ہمیشہ پے منٹ کے لئے دونوں پیسے نکالتے ہیں اور آپس میں جھگڑا کرتے ہیں، یہ ایثار کا جذبہ دُنیا کے پاس کہیں نہیں ہے۔

انگلینڈ کا واقعہ:

ہمارے ایک ساتھی ملتان کے رہنے والے، ان کے ماموں انگلینڈ تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں جب انگلینڈ جانے لگا تو والدہ نے آم کی ایک ٹوکری اپنے باغ کی ساتھ دی۔ میں نے کہا امی وہاں بہت پھل ملتے ہیں، مگر امی بھی اللہ کی عجیب مخلوق ہوتی ہے، کھانے پینے کی جب تک کوئی چیز نہ بھیج دے اس کو تسلی ہی نہیں ہوتی۔ میں لے گیا، ماموں نے کچھ کھائے، کچھ اِدھر کے پڑوسی کو بھجوا دیئے، کچھ اُدھر کے پڑوسی کو، ابھی بیٹھے ہی تھے کہ گھنٹی بجی۔ دیکھا تو دونوں پڑوسی دروازے پر، جی کیسے آئے؟ کہنے لگے جی ہم نے آم وصول تو کر لیے ہیں، ہم آپ کا شکریہ

ادا کرتے ہیں لیکن آپ نے بل ساتھ نہیں بھیجا۔ سنا آپ نے ، وہاں کا یہ دستور ہے کہ ایثار ہمدردی نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔

ایثار کا ایک عجیب واقعہ:

ہمارے یہاں کتنا ایثار! اللہ اکبر...... ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور تین چار علماء اور تھے، ان کو حاکم وقت نے گرفتار کیا کہ یہ ان کی مرضی کا فتویٰ نہیں دے رہے تھے۔ تو وزیر نے کہا کہ دیکھو! ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک بندے ہیں اگر ان کو کچھ کہو گے تو تمہاری اپنی عاقبت خراب ہوگی۔ تو اس کے ذہن میں یہ تھا چلو دوسرے ایک دو کو میں قتل کروا دیتا ہوں ، ابوالحسن نوریؒ کو میں چھوڑ دوں گا۔ اب جب ان کو بلایا اور جلاد کو بلایا تو دیکھا کہ ابوالحسن نوریؒ سب سے آگے ہیں۔ اس نے بہانہ بنایا کہ یہ جگہ اچھی نہیں ہے، سب کو یہاں لاؤ، جب سب آئے تو ابو الحسن نوریؒ پھر آگے۔ اس نے کہا یہ بھی ٹھیک نہیں یہاں لاؤ، ابوالحسن نوریؒ پھر آگے، اس نے بلایا ابوالحسن! میں تو چاہتا تھا کہ تمہیں چھوڑ دوں دوسروں کو قتل کروا دوں تم سب سے آگے، ارادتاً کھڑے ہوئے یا کیا ہوا؟ کہنے لگے میں ارادتاً کھڑا ہوا ہوں ، ابوالحسن کیوں کھڑے ہوئے؟ کہنے لگے اس لئے کھڑا ہوا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا جتنی دیر جلاد کو مجھے قتل کرنے میں لگے گی ، میرے بھائیوں کو اتنی دیر اور زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا، یہ ایثار کون سکھائے گا، یہ دین سکھاتا ہے، اللہ اکبر۔

اسلام نے سچ کی تعلیم دی:

مکارم اخلاق جو سات گنوائے گئے "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" اس میں ایک ہے سچ بولنا، ایک ہے سچائی کا معاملہ کرنا، اس کی ایک اپنی تفصیل ہے۔ یہ تعلیم جو دین نے دی سائنس یہ تعلیم نہیں دے سکتی۔

ہمارے اکابر نے سچ بولنے کی کیا کیا یادیں تازہ کردیں حیران ہوتے ہیں۔ بات لمبی ہونے کے ڈر سے میں اب اس کو آگے کھول نہیں سکتا لیکن مشہور واقعہ ہے چونکہ آپ لوگ علماء ہیں آپ تو پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ کاندھلہ میں زمین کے ٹکڑے پر جھگڑا ہوا تھا تو ایک مسلمان کو حکم بنالیا گیا تھا۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کو انہوں نے فیصلہ کردیا کہ یہ تو ہندوؤں کی زمین ہے تو جج نے فیصلہ لکھا تھا کہ آج مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔ اور اس کے فیصلے کو سن کر ہندوؤں نے کہا تھا کہ جج صاحب آپ نے فیصلہ تو دے دیا اب ہمارا بھی فیصلہ سن لیں کہ ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور اس جگہ مسجد بنانے کا ہم آج ارادہ کرتے ہیں۔ سچ کا بول بالا۔

حیا کی دولت کس نے دی؟

حیا کی تعلیم شریعت نے دی، آج سائنس حیا کی تعلیم نہیں دے سکتی بلکہ ان ملکوں میں جاؤ تو وہاں لکھا ہوتا ہے کالجز میں کہ Shynes is sickness کہ شرم ایک بیماری ہے۔ ہمارے یہاں آؤ تو لکھا ہوتا ہے، الحیاء شعبة من الایمان حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ اب حیا والی زندگی کیا ہے؟ یہ مستقل ایک عنوان ہے، چلیں آگے چلیے۔

اخلاص کہاں سے ملا؟

اس کی تعلیم دین نے دی۔ دنیا کی کوئی سائنس کسی کو یہ تعلیم نہیں دے سکتی یہ دین اسلام کی وہ خوبیاں ہیں کہ آج دنیا کا کوئی اور مذہب یہ خوبیاں نہیں دکھا سکتا، یہ دین اسلام دکھاتا ہے۔ اور اسی کو انسانیت کہتے ہیں اور اسی انسانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھی محفوظ رکھنا ہے تاکہ یہ خوبیاں میرے بندوں میں پیدا ہوتی رہیں اور صحیح معنوں میں وہ انسان بن کر زندگی گزاریں۔

اخلاص کا ایک نمونہ:

ہمارے اکابر میں اخلاص کتنا تھا، اللہ اکبر......مدائن فتح ہوا تو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، ان کے سامنے ایک سپاہی ایسا بھی آیا جو بہت غریب تھا، پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔اس نے اپنے ہاتھ میں کپڑے میں کچھ لپیٹا ہوا تھا۔اس نے آ کر کہا کہ یہ امانت آپ لے لیجیے۔ پوچھا کہ بھائی کیا ہے؟ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا مدائن کے بادشاہ کا تاج تھا، قیمتی ہیرے موتی اس کے اندر جڑے ہوئے تھے، اتنا قیمتی کہ اگر وہ ایک ایک ہیرا بیچ کر کھاتا تو پوری زندگی عیش میں گزار سکتا تھا۔ کسی کو پتہ بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس تاج ہے کہ کوئی اس سے مطالبہ کرتا۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو بڑی حیرانی ہوئی اس بات پر کہ پتہ بھی کسی کو نہیں اور اس نے خود ہی آ کر دے دیا، یہ تو کوئی بڑا نیک بندہ ہے۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی آپ کا نام کیا ہے؟ جب انہوں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس سپاہی نے اپنے رخ کو پھیرا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف پیٹھ کی اور قدم بڑھا کر جانے لگا اور جاتے ہوئے کہا، جس اللہ کی رضا کیلئے میں تاج لے کر آیا ہوں وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور میرے باپ کا نام بھی جانتا ہے۔

اخلاص کی یہ تعلیم کون دے سکتا ہے؟ یہ دین سکھاتا ہے۔تو چونکہ قرآن اور حدیث دین اسلام کی یہ تعلیمات دیتی ہیں اور ان تعلیمات کا نام انسانیت ہے، اس لیے جب تک دنیا میں انسان ہے تب تک اللہ کا قرآن اور نبی علیہ السلام کا فرمان موجود ہے یہ ختم نہیں ہو سکتا۔ کوئی چاہے بھی ختم کرنا وہ ختم کر نہیں سکتا۔ یہ بھی نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ تو ایک قرآن معجزہ اور دوسرا نبی علیہ السلام کا فرمان، احادیث کا ذخیرہ۔ اسلئے علماء نے اسماء الرجال کا فن نکالا، لاکھوں انسانوں کے

حالات زندگی اکٹھے کر دیے، آج بھی محفوظ ہیں، کسی راوی کے حال کی تحقیق کرنا چاہیں، آج بھی کر سکتے ہیں، ایسا پکا ذخیرہ موجود ہے۔

......(۳) تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ نبی علیہ السلام کا کہ وہ جگہیں جہاں پر قرآن اور حدیث کا علم سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے وہ قیامت تک محفوظ رہیں گی (مدارس)

یہ بھی نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، اس لیے کہ اگر وہ جگہیں محفوظ نہ ہوں، تو یہ ایک نسل سے دوسری نسل میں یہ احادیث اور یہ باتیں کیسے منتقل ہوں گی؟ تو قرآن اور حدیث کی حفاظت قیامت تک کیسے ہوگی؟ ان کی حفاظت کے جو کارخانے ہیں، جہاں ان کی حفاظت کرنے والے پیدا ہوتے ہیں، وہ کارخانے محفوظ رہیں گے، وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ تو یہ بات اپنے دلوں میں لکھ لیجیے کہ کوئی ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ پوری دنیا سے عربی مدارس کو ختم کر دیا جائے، جو سوچتا ہے وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے، یہ مدارس وہ جگہیں ہیں کہ جہاں اللہ کا قرآن اگلی نسل کو منتقل ہوتا ہے، یہ حدیث پاک جو نبی علیہ السلام کا فرمان ہے، آنے والی نسلوں کو پڑھایا جاتا ہے، یہ اس کو کاپی Copy کرنے کی جگہیں ہیں، سینوں سے سینوں میں کاپی ہوتا ہے، قاری صاحب کے سینے سے شاگرد کے سینے میں کاپی ہو جاتا ہے اور مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہوتا مدرسہ تو استاد اور شاگرد کا نام ہوتا ہے اور اس کی ابتدا نبی علیہ السلام نے فرمائی۔

دیکھیں! مسجد نبوی میں جو صفہ کی جگہ تھی، وہ کیا تھی؟ وہ اس امت کی تاریخ میں دین کا پہلا مدرسہ تھا، انصار و مہاجرین آتے تھے، وہاں سارا دن بیٹھ کر نبی علیہ السلام کے فرامین سنا کرتے تھے، پڑھا کرتے تھے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے مانیٹر تھے۔ سب وہاں آتے تھے، جو کام کاج میں لگے رہتے تھے وہ آ کے وہاں

دوسروں سے سیکھتے تھے، وہ سیکھنے سکھانے کی جگہ تھی، جتنے مدارس ہیں، یہ سب اسی کی بیٹیاں ہیں، وہی سلسلہ آگے چل رہا ہے اور یہ قیامت تک چلے گا، چنانچہ کتنی مرتبہ کفر نے کوشش کی مدارس کو ختم کردیا جائے، مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔

مدارس کو بند کرنے کا ایک حربہ:

۱۸۵۷ء کے بعد کفار نے یہ سوچا کہ مسلمانوں کو ختم کیسے کرسکتے ہیں، مسلمان کا قرآن سے رشتہ کیسے توڑ سکتے ہیں، ان کا اس کے لئے ایک ہی حل ہے کہ مدارس کو ختم کردو۔ مدارس اس زمانے میں وقف کی جائیدادوں سے چلا کرتے تھے، کسی نے مدرسے کیلئے مربع زمین وقف کردی، آدھا مربع، دو مربعے تو ساری وقف کی جائیداد حکومت نے اپنے قبضے میں لے لی، گلا گھونٹ دیا، نہ کھانے کو ملے گا نہ یہ باقی رہیں گے، بھوک سے مریں گے، خود ہی خالی کرجائیں گے۔ مدرسہ رحیمیہ جو دہلی میں تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد کے نام پر اس پر تو بلڈوزر پھیر دیا گیا تھا۔ دیہاتوں اور شہروں میں جہاں مدرسے نظر آتے تھے ان کو بند کروا دیا گیا، تو کیا مدارس بند ہوگئے؟ اس وقت بھی رہے اور آج بھی موجود ہیں۔

کفر کے دور میں مدارس:

رشیا میں بھی یہی کچھ ہوا کہ وہاں قرآن کی تعلیم پر پابندی لگادی گئی، انہوں نے سوچا کہ نہ مدارس رہیں گے نہ کوئی پڑھانے والا رہے گا، ختم ہوجائیں گے، مگر مدارس باقی رہے اور کیسے رہے؟ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک مدرسہ۔ انہوں نے بتایا کہ ہم کیا کرتے تھے، کہ بڑا گھر ہوتا بہت کمروں والا، جسکے چاروں طرف کمرے ہوتے۔ اس کے درمیان میں بھی ایک کمرہ بنادیتے اور اس میں ساری ضروریات کی چیزیں رکھ دیتے، چاروں طرف اس کے دیوار اور دیوار ایسی ساؤنڈ پروف Sound Proof بناتے کہ اندر کی آواز باہر نہ آئے بالکل ساؤنڈ

پروف جگہ ہوتی، قاری صاحب اپنے چند بچوں کو لے کر اندر چلے جاتے اور اس دروازے کو دیوار سے بند کر دیا جاتا، پھر اس کے آگے لکڑی کی ایک الماری رکھ کر اس کو شراب خانہ بنا دیا جاتا تھا، کس لئے؟ کہ یہ لوگ آئیں گے اور جب آکر دیکھیں گے کہ یہاں پر تو وڈکا پڑی ہے (شراب کا نام) فلاں پڑی ہے، فلاں پڑی ہے، تو کہیں گے ہاں یہ بالکل ٹھیک لوگ ہیں، چلے جائیں گے اور ایسا ہی ہوتا، پولیس کے لوگ آتے پورے گھر کو دیکھتے، جب وہ دیکھتے کہ انہوں نے گھر کو منی بار (چھوٹا میخانہ) Mini-bar بنایا ہوا ہے، وہ کہتے کہ ان کا دین سے کیا واسطہ؟ وہ چلے جاتے تھے، ان کو نہیں پتہ ہوتا تھا کہ جہاں وہ کھڑے ہوتے تھے، چند میٹر کے فاصلے پر معصوم بچے اپنی معصوم زبانوں سے اس وقت بھی اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے۔ استاد بچوں کو لے کر جاتا تو بچوں نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا تھا اور چھ مہینے آٹھ مہینے بعد جب بچوں کے لے کر باہر آتا تو بچے قرآن پڑھ چکے ہوتے تھے، مدارس اس طرح چلائے گئے، کوئی تصور کر سکتا ہے اس کا!

شکستہ دل سے جو آہ نکلے، فرش کیا عرش کانپ اٹھے گا
درِ قفس جو وانہ ہو گا تو ایک دن ٹوٹ کر رہے گا
کسی کے روکے سے حق کا پیغام، کب رکا ہے جواب رکے گا
چراغ ایماں تو آندھیوں میں جلا کیا ہے جلا کرے گا

کفر کی آندھیوں میں ایمان کے چراغ جلاتے تھے، چنانچہ آج بھی وہاں مدارس موجود ہیں، یہ نبی علیہ السلام کا تیسرا معجزہ ہے، قرآن بھی محفوظ، نبی علیہ السلام کا فرمان بھی محفوظ اور ان دونوں علوم کے جریان کے لئے جاری ہونے کے لئے جو جگہیں ہیں، وہ مدارس بھی محفوظ، یہ انسانیت کی بقاء کا ذریعہ ہیں جس دن یہ نہیں ہوں گے انسانیت اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔

......(۴) چوتھا معجزہ:

”علمائے امت“ یہ بھی قیامت تک باقی رہیں گے،
نبی علیہ السلام نے فرمایا:
”کُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا“
عالم ہو، نہیں تو طالب بن جاؤ، نہیں تو سننے والے بن جاؤ، نہیں تو محبت ہی کرنے والے بن جاؤ۔

چند چیزوں کا دیکھنا عبادت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”چند چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے“۔
بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے۔
زمزم کے کنویں میں دیکھنا عبادت۔
قرآن کو دیکھنا عبادت۔
اور عالم باعمل کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

مصیبتیں کس سے دور ہوتی ہیں؟:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چند ایسی وجوہات ہیں، جس سے آئی ہوئی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں:
توجہ فرمایئے! ”فرمایا ایک موذن جب مسجد میں اللہ اکبر کی آواز دیتا ہے، تو اللہ کے نام کے بلند ہونے کے ساتھ کتنی مصیبتیں اس آبادی سے ہٹادی جاتی ہیں۔
فرمایا، حاجی جب احرام پہن کر لبیک کا لفظ کہتا ہے، تکبیر وہ کمل ہے، اللہ رب العزت اس جگہ سے کتنی مصیبتوں کو ہٹادیتے ہیں۔
تیسرا فرمایا، اللہ کے دین کی خاطر جو لوگ نکلتے ہیں، اللہ کے دین کی سربلندی

کے لئے وہ مجاہد جب اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں، اس نعرہ سے اللہ تعالیٰ کتنی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔

اور فرمایا کہ کسی آبادی میں جب کوئی قرآن کا حافظ اللہ کے قرآن کو پڑھنا شروع کرتا ہے، قرآن کے الفاظ سنتے ہی اللہ اس آبادی سے مصیبتوں کو ہٹا دیتے ہیں۔

یہ چٹائیوں پر بیٹھنے والے، یہ روکھی سوکھی کھانے والے، یہ انسانیت کے محسن ہیں۔

مدارس دنیا کی حفاظت کے ضامن:

ان طلباء علماء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں سے مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں، یہ نہ ہوں گے تو کلبوں والے اپنی زندگیاں نہیں گزار سکیں گے، اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر آگرے گا ان کے جو کرتوت چل رہے ہیں ان کی بنا پر۔

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو کھڑا کر کے فرمائیں گے "لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ ؟! میں نے تمہارے سینے میں علم اسلئے نہیں ڈالا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں، "اِنْطَلِقُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ" جاؤ میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے "اِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِی الْاَرْضِ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ یُهْتَدیٰ بِهَا فِیْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" اللہ رب العزت نے ان کو ایک مقام دیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

"اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ"

ان کے سوا باقی دنیا کی چیزوں پر لعنت فرما دی، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے

راستے میں زندگی گزارتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے

"مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ"

جو علم طلب کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ واپس لوٹ کر نہ آجائے، علم کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے

"مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى"

جس نے علم کو حاصل کیا، یہ اس کے لئے جو کچھ گزر چکا، اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے یہاں ان کا ایک مقام ہے، اللہ رب العزت نے ان کو علم دیا ہے، ان کے سینوں میں قرآن کا نور ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کے فرمان کا نور ہوتا ہے، اس لئے پوری دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آسکتا کہ علماء کو ختم کردیا جائے۔ جو لوگ یہ نیت کرکے چلے ہیں تاکہ علماء کو ختم کردو، وہ کبھی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوسکتے اسی کو علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

؎ وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

مگر کفر کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہوسکتی، علماء ہمیشہ موجود رہے اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ چنانچہ میں مثال دیتا ہوں اپنے ملکوں کی، یا پھر رشیا (روس) کی کہ جہاں کے حالات کو اس عاجز نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، باقی دنیا کی مثالیں آپ ان کی کتابوں میں پڑھتے چلے جایئے۔

علمائے کرام کی قربانی:

۱۸۵۷ء میں فرنگی نے یہ فیصلہ کرلیا کہ دین کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ علماء کو ختم کردو، چنانچہ اس کے لئے ہر بستی سے ہر شہر سے جو جید علماء تھے، چوٹی

کے علماء تھے، جو استاد حضرات تھے، ان سب کو گرفتار کر کے ان کو درختوں پر پھانسی لٹکا دیا گیا۔ دہلی سے لے کر پشاور تک ایک سڑک ہے، جسکو G.T. روڈ جرنیلی سڑک کہتے ہیں، اس جرنیلی سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا ایسا درخت نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش نہ لٹک رہی ہو، پھانسی دے کر چھوڑ دیتے تھے، ایک ایک مہینے تک لاشیں لٹکی رہتی تھیں، ان کو اتارنے والا کوئی نہ ہوتا تھا یہ کس لئے کیا؟ تاکہ لوگوں کے اندر ایسا خوف پیدا ہو جائے کہ آئندہ کوئی اپنے بچے کو عالم بنانے کا سوچ ہی نہ سکے، بادشاہی مسجد کے دروازے پر ایک پھندا بنایا گیا تھا، شفٹیں بنا کر چوبیس (24) گھنٹے علماء کو پھانسی دی جاتی۔ ترتیب یہ تھی، ایک عالم کو پھانسی چڑھاؤ جب تک اس کی لاش ہل رہی ہے، اس وقت تک لٹکا رہے، جب ہلنا بند ہو جاتی تب دوسرے کو پھانسی دی جاتی، پھر ہلنا بند جاتی، تیسرے کو دیتے۔ تسلسل سے پھانسی دی گئی، ایسا بھی کیا گیا کہ علماء کو سامنے کھڑا کر کے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جاؤ! اور جب وہ جانے لگے تو پیچھے سے فوجیوں نے ان کی پیٹھ کے اندر گولیاں ماردیں۔

مجھے پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں ایک ایسا درخت خود دیکھنے کا موقع ملا، علماء وہاں لے کر گئے، انہوں نے کہا کہ حضرت ایہ درخت ہے کہ جس کے اوپر علماء کو پھانسی دی گئی تھی، ایسے درخت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ چنانچہ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ دہلی کے باہر جو کیمپ تھے، وہاں علماء کو انگاروں میں بھی لٹایا گیا، ہر طرح کی ان کو اذیتیں دی گئیں مقصد کیا تھا؟ تاکہ یہ دین کا نام چھوڑ دیں اور آئندہ اپنی اولاد کو دین پڑھانے کا کبھی سوچیں ہی نہیں۔

تاریخ کا ایک ورق:

ایک کتاب ہے "تاریخ کالا پانی" حضرت مولانا محمد جعفر علی تھانیسری نے

انہیں عجیب باتیں لکھیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امرتسر میں ہمیں صرف بیڑیاں ڈالی گئی تھیں۔ جب ہمیں وہاں سے لاہور منتقل کیا گیا تو گنز Fit فٹ کر دیا گیا، گنز کا کیا مطلب؟ کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جس میں باندھا جاتا تو نہ بندہ بیٹھا ہوتا نہ کھڑا ہوتا، درمیان کی حالت میں رہنا ہوتا، اب درمیان کی حالت میں بندہ دس پندرہ منٹ تو رہ سکتا ہے، اس کے بعد اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بندہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہ تکلیف انہوں نے کس لئے دی تا کہ یہ روئیں، تڑپیں اور ہمیں منتیں کریں کہ جی چھوڑ دیں۔ اور یہ حضرت معافی نامہ لکھنا نہیں چاہتے تھے کہ ہم کیوں معافی مانگیں، ہم اگر دین کی بات کرتے ہیں تو ہم حق پر ہیں، سارا مسئلہ یہ تھا۔

کہتے ہیں کہ لاہور میں ہمیں ایک مہینہ رکھا گیا، بہت تکالیف دی گئیں۔ پھر ملتان والے کسی افسر نے کہا یہ لوگ تم سے کیوں نہیں سیدھے ہو رہے، انہیں میری طرف بھیجو! کہتے ہیں کہ حکم آیا تو کوٹ لکھپت جیل سے ہمیں ریل گاڑی میں ملتان بھجوایا گیا۔ اس میں ڈبے کے اندر پنجرے رکھے ہوئے تھے اور پنجروں کے اندر کیلیں اندر کی طرف کو رخ کر کے لگائی گئی تھیں اور ہمیں اندر بٹھا دیا گیا۔ اب ہم اندر بیٹھے اور ہمارے اردگرد چھ انچ کے فاصلے پر یا ایک فٹ کے فاصلے پر کیلیں ہیں تو کہنے لگے کہ ہم بیٹھے ہوتے اور بغیر وسل اور سیٹی کے اچانک گاڑی کو چلایا جاتا، تو گاڑی چلتی اور جھٹکا لگتا، ہم پیچھے لگتے تو کیلیں ہمارے جسم میں چبھ جاتیں، خون نکلتا اور ابھی ہم پیچھے کے زخم برداشت نہیں کر پاتے تھے کہ گاڑی کو اچانک Break لگائی جاتی، تو ہمارے ماتھے پر، منہ پر، سینہ پر کیلیں آگے کی جانب چبھ جاتیں۔ اسی حال میں ہمیں ملتان لیجایا گیا، پھر ایک اسٹیشن پر جا کر گاڑی کو کھڑا کر دیا جاتا۔ اب کتنے دن، کتنے گھنٹے، کھڑی رہے گی کچھ پتہ نہیں تھا، آپ یوں سمجھیں کہ کوٹ لکھپت سے ملتان کا سفر ایک مہینہ میں طے ہوا۔ جب کوئی سویا ہوا ہوتا اور سوئی ہوئی حالت میں گاڑی کو چلایا جاتا تو اور کیلیں چبھتیں۔ پھر گاڑی کے اندر اتنی

گرمی کہ خون پسینہ اکٹھا ہو جاتا، زخم درد کرنے لگتے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ان کو اتنی تکلیف پہنچاؤ کہ یہ تنگ آ کر معافی مانگ لیں کہ جو تم کہتے ہو ہم کہنے کو تیار ہیں، ہم لکھنے کو تیار، ہمیں یہاں سے نکال دو۔ لیکن یہ عظمتوں کے ایسے پہاڑ تھے یہ جبال العلم تھے، استقامت کے وہ لوگ تھے جو معافی مانگنے کو تیار نہیں تھے۔

چنانچہ ان کو اسی حال میں ملتان پہنچایا گیا، کہنے لگے کہ جب ملتان پہنچے تو اس نے دیکھا کہ ان میں سے تو معافی مانگنے والا کوئی بھی نہیں، تو اس نے مشورہ کیا لاہور والے سے کہ ان کو پھانسی کیوں نہیں دیتے، کیا مصیبت ہم نے پالی ہوئی ہے۔ کہنے لگے انہوں نے پھانسی کے Final Order کر دیئے، اب جب پھانسی کا حکم ہوا تو، ہمارے چہروں پر سرخی آ گئی، رعنائی آ گئی، تو اگلے دن صبح سحری کے وقت ہم نے پتے چبا کر، گھاس کھا کر، جو قریب تھی روزہ کی نیت کی، سوچا کہ اگر ہمیں پھانسی دی جائے گی تو ہم روزہ کی حالت میں اللہ کے حضور اپنی جان پیش کرنا چاہتے ہیں۔ صبح جب حاکم آیا، اس نے چہروں پر تازگی دیکھی، اس نے کہا، اولاد! تمہیں کیا خوشی ملی کہ تمہارے چہروں پر آج اتنی تازگی نظر آتی ہے؟ تو کہتے ہیں کہ کسی نے اتنا کہہ دیا کہ تم پھانسی دو گے تو ہمیں مقصود نصیب ہو جائے گا، گوہر مقصود مل جائے گا تو اس پر وہ رک گیا، پھر اس نے مشورہ کیا تو مشورہ کر کے طے ہوا کہ ان کو چودہ سال کے لئے قید ''کالا پانی'' بھیج دیتے ہیں، تو اس Point پر آ کر ایک عجیب شعر لکھا فرماتے ہیں:

؎ مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر پھانسی دے دیتے رہائی ہو جاتی، اب وہ بھی رہ گئی۔ کہنے لگے کہ اب انہوں نے ہمیں بھیجنا تھا، ہمیں یہ نہیں پتہ تھا کہ فرنگی کیا چال چلے گا، ہمیں اس وقت پتہ چلا جب بیڑیاں ڈالیں، ہتھکڑیاں ڈالیں گرفت کئے اور ہمیں باہر نکالا، تو ہم

نے دیکھا کہ ہمارے بیوی بچے ہمارے سامنے موجود تھے اور فرنگی ان کو اسلئے لایا تھا کہ ان کو کہا تھا کہ تم ان کو مناؤ! کہ یہ چند الفاظ کہہ دیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو ہم ان کو ابھی تمہارے ساتھ گھر بھیج دیں گے۔ عورتیں چونکہ کمزور دل ہوتی ہیں، کہنے لگے میرا چھوٹا بچہ تھا جب اس نے بندھا ہوا دیکھا تو امی سے کہنے لگا، امی! گھروں میں تو بھینسوں کو گایوں کو زنجیروں سے باندھتے ہیں میرے ابو کو زنجیروں سے کیوں باندھا گیا؟ میری بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہنے لگی یہ لوگ کہتے ہیں، آپ چند الفاظ اگر کہہ دیں کہ آپ انکے دشمن نہیں، مخالف نہیں، آئندہ مخالفت نہیں کریں گے، تو یہ آپ کو چھوڑ دیں گے، تو ان الفاظ کو کہنے میں کیا حرج ہے۔ میں نے اسے سمجھایا میں یہ الفاظ زبان سے نہیں نکال سکتا، بیوی بھی رونے لگ گئی، اتنا عرصہ جدائی میں گزر گیا، اب تو ہمارے ساتھ واپس چلو! میں نے اسے سمجھایا اللہ کی بندی! اگر زندگی ہوئی تو دنیا میں آ کر تمہیں ملوں گا، اگر زندگی نے ساتھ نہ دیا تو میں حوض کوثر پر نبی علیہ السلام کے قدموں میں آ کر تمہیں ملوں گا جب میں نے اپنی بیوی کو ان الفاظ سے سمجھایا تو بیوی مان گئی، بچہ رونے لگا اور اسی حال میں ہمیں روانہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں پھر میں وہاں سے چلا تو پھر کالا پانی پہنچا، مگر ایک نیا مسئلہ آ گیا، بیوی نے دو سال کے بعد ایک خط لکھا بیٹی جوان ہو گئی، تم بھی گھر پر نہیں ہو، اب اس بیٹی کے رشتے کا میں کیا کروں؟

تو میں نے اس کو جواب میں کہا، کسی قریبی جگہ پر ایک عالم باللہ کو دیکھو! باخدا بندے کو دیکھو اور ان سے کہو کہ والد جیل میں ہیں اور بچی کا رشتہ کرنا ہے، تو وہ اپنے متعلقین میں سے کسی نیک نوجوان کو تجویز کر دیں گے، اس نوجوان سے تم رشتہ کر دینا! مگر ایک بات ذہن میں رکھنا! جمعہ کے دن نکاح کرنا اور جمعہ کے مجمع میں یہ اعلان کروا دینا، لوگو! زندہ باپ کی یتیم بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے۔

یہ اعلان ہوتے تھے! لوگو! زندہ باپ کی یتیم بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے، تم بھی اس نکاح میں شریک ہو جاؤ، یہ قربانیاں تھیں جو علماء نے دیں، لیکن اس کے باوجود نہ جھکے، نہ پیچھے ہٹے اور اللہ نے آج بھی اس جماعت کو سلامت رکھا ہوا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر:

ہمارے اکابر نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں! ہم ان باتوں کو سوچتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے، مولانا محمد علی جوہر علماء کے شاگرد تھے، ان کو کہا گیا کہ اگر تم اپنی آواز نہیں روکو گے! اخباروں میں لکھنا نہیں چھوڑو گے! ہم تمہیں بھی اسی طرح قید کر دیں گے، یا پھانسی پر لٹکا دیں گے، وہ چونکہ شاعرانہ مزاج رکھتے تھے، تو انہوں نے اس موقع پر اشعار لکھے کہا کہ:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب میں سامانِ بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین بن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغامِ قضا میرے لیے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سبھی مے کش
مگر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

چنانچہ ان کو جیل میں ڈال دیا گیا، وہ جب نکلے تو پھر انہوں نے کہا اچھا پھر میں اپنے ملک کو چھوڑ کر جاتا ہوں اور میں کفار کے ملک میں جا کر ان کے

اخباروں میں لکھوں گا اور اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک کہ قوم کو آزادی نہیں ملے گی۔ چنانچہ وہ دل میں یہ ارادہ لے کر وطن چھوڑ کر چلے گئے، جب کچھ عرصہ وہاں رہے تو پیچھے بیٹی بیمار ہوگئی حکیموں کو کروایا گیا تو انہوں نے لاعلاج مرض بتایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ بس یہ چند دن کی مہمان ہیں۔ ماں نے کہا، بیٹی تیری کوئی تمنا ہے، اس نے کہا امی اتنا جی چاہتا ہے کہ میں ابا حضور کی زیارت کر لیتی ، ایک مرتبہ میں ابا کا چہرہ دیکھ لیتی، ماں نے کہا بیٹی خط لکھو، چنانچہ فاطمہ نے خط لکھا:

ابا حضور! میں اب زندگی کے آخری لمحات گزار رہی ہوں، اتنا جی چاہتا ہے آپ آئیں میں آپ کا چہرہ دیکھ لوں تو انہوں نے اس خط کی دوسری طرف چند اشعار لکھ کر اپنی بیٹی کو واپس بھیج دیے اشعار کیا لکھے؟:

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور ہے، لیکن اس کو
نہیں منظور ، تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

جوان بیٹی کو یہ خط کے اشعار لکھنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے، علماء نے یہ قربانیاں دیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی جرأت ایمانی:

جب ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حکیم اجمل کی کوٹھی پر فوت ہوئے۔ حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ گئے ہوئے تھے، تو ان کو اطلاع ملی تو وہ اپنے شیخ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے وہاں سے آئے۔ جو غسل دینے والا بندہ تھا اس نے اہل خانہ سے یہ پچھوایا کہ حضرت کی پیٹھ پر یہ زخموں کے نشان کیسے تھے؟ اہل خانہ کو بھی پتہ نہیں تھا، چنانچہ اس نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا؟ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہاں مجھے اس راز کا پتہ ہے، مگر حضرت نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ تم نے یہ راز فاش نہیں کرنا، اب چونکہ وہ وفات پا چکے اب میں یہ بات آپ لوگوں کو بتا سکتا ہوں کہ جب ہم قید تھے تو اس وقت کفار نے حضرت کو یہ کہا کہ یا تو زبان سے کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ورنہ پھر ہم تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔ حضرت نے کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا، چنانچہ ان کو تکالیف پہنچائی جاتیں، آگ کے انگارے بچھا کر ان کو زبردستی ان پر لٹایا جاتا، یہ اس کے نشانات ہیں۔ جب زخمی حالت میں حضرت آتے ہم شاگرد تھے، بہت دکھی ہوتے، حضرت لیٹ نہیں سکتے تھے، ساری رات بیٹھ کر گزار دیتے، پیٹھ پر زخم تھے، ہم حضرت کی خدمت میں عرض کرتے، آخر حضرت! شریعت نے حیلے کا جواز لکھا ہے، امام احمدؒ نے "کتاب الحیل" لکھی، تو آخر جب جان کا معاملہ ہو تو کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آتا ہے، آپ بھی کوئی ذومعنی لفظ کہہ دیں تاکہ یہ بدبخت آپ کی جان چھوڑ دیں۔ جب ہم حضرت سے منت کرتے تو حضرت کہتے میں ہرگز کوئی ایسا حیلہ نہیں کروں گا۔

ہم کہتے، حضرت! آپ کی تکلیف بھی تو نہیں دیکھی جاتی، جب بہت منت سماجت کی، تو حضرت نے ایک دن میری طرف دیکھ کر کہا: حسین احمد! تم کیا سمجھتے ہو! میں روحانی بیٹا ہوں بلال ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خباب ﷺ کا، میں روحانی بیٹا ہوں بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کا، میں روحانی فرزند ہوں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جن کی لاش جیل سے نکالی گئی تھی، میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جن کا منہ سیاہ کر کے مدینہ میں پھرایا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو کوڑے لگائے گئے تھے، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کے آخری عمر میں دونوں ہاتھ ان کے پہنچوں سے جدا کر دیے گئے تھے۔ یاد رکھنا! حسین احمد یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں، لیکن میرے دل سے ایمان کو کبھی نہیں نکال سکتے،

یہ ہمارے اکابر تھے جنہوں نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسکے باوجود انہوں نے پیچھے ہٹنا گوارہ نہ کیا، کفر کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا، اپنی زندگی میں داستان وفا میں واقعات کا اور اضافہ کر کے چلے گئے۔

حضرت مدنیؒ

حضرت حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کراچی میں پیش کیا گیا، تو اس وقت انگریز نے ان سے کہا تھا، تم جانتے ہو کہ تم نے یہ کہا ہے، یہ کرو اور وہ کرو! اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے پتہ ہے اس کی سزا کیا ہے، انہوں نے اپنے کندھے کے اوپر ایک سفید چادر دکھائی، فرمایا کہ یہ سزا ہے، کفن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کفن کیوں لائے ہو! جس کو پھانسی دی جاتی ہے کفن تو حکومت اس کو دیتی ہے، فرمایا اسی لئے تو لے کر آیا ہوں، حکومت کا کفن لے کر جاتے ہوئے شرم آتی ہے، میں اللہ کے یہاں کفن اپنا لے کر جاؤں گا، اب بتایئے! اتنی استقامت علماء نے دکھائی اور جن کی وجہ سے آج الحمدللہ ان کو آزادی ملی۔

اور آج یہ جو مدارس ہیں، مساجد ہیں، اللہ کے دین کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے مواقع موجود ہیں، یہ ہمارے اکابر کی ان قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔

علمائے روس کی قربانیاں:

بالکل اسی طرح کی قربانیاں رشیا کے علماء نے دیں، چنانچہ مجھے وہاں پر بتایا گیا کہ جب کمیونزم کا انقلاب آیا تو علماء کو بڑے پیمانے پر ختم کرنے کے لئے مہم چلائی گئی، پھندے دیے گئے، بجلی کے جھٹکے دیے گئے، حتی کہ فرینوں پر بٹھا کر دو

ٹرینوں کو آپس میں ٹکرا دیا گیا، اجتماعی قبریں ان کی بنادی گئیں۔

بعض جو بڑے علماء تھے ان کو جہاز میں بٹھایا گیا بالآخر سائبیریا کے برف والے میدان میں ان کو اتار دیا گیا، اب ان کے پاس کچھ جگہ نہیں تھی، ٹھنڈک کی وجہ سے کچھ لوگ مر گئے، کچھ ایسے تھے کہ جو وہاں سے بھاگے اور ہر وقت اپنے جسم کو وہ حرکت میں رکھتے تھے تاکہ ٹھنڈک کی وجہ سے کہیں ان کی جان ہی نہ چلی جائے اور کئی مرتبہ بھوک لگتی برف توڑ کر نیچے ہاتھ ڈالتے کوئی مچھلی ہاتھ آتی تو کچی مچھلی کھا کر گزارا کرتے تھے اور اتنی مشقتوں کے بعد دو یا تین علماء ایسے تھے جو بچ کر نکل آئے اور انہوں نے آ کر یہ سارے حالات سنائے، اس طرح رشیا کے علماء نے بھی قربانیاں دیں اور بالآخر علماء زندہ موجود رہے اور ان کی جماعت آج بھی وہاں پر موجود ہے۔ ہمارے ملکوں میں بھی علماء نے قربانیاں دیں، علماء کی جماعت آج بھی موجود ہے، اور اس جماعت نے کیا اچھا کام کیا، ایک عالم بنا، پھر اس نے آگے سینکڑوں کو عالم بنایا، سینکڑوں تک دین پہنچایا، سینکڑوں کے سینوں میں اس علم کو منتقل کیا، لہٰذا اب ان کو دنیا سے مٹانا کسی کے بس کی بات نہیں۔

اگر کوئی آ کر پوچھے کہ آخر تمہارے اکابر نے کیا کیا؟ آج ہم ان کو بتا سکتے ہیں، اسلاف کے ساتھ جو ہماری علمی نسبت ہے، وہ عظیم ہستیاں تھیں۔ اگر تم نے دیکھنا ہے تو ذرا مالٹا کی در و دیوار سے جا کر پوچھو! کہ شیخ الہند کون تھا؟ کراچی کی جیلوں میں جا کر پوچھو! حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جزیرہ انڈومان کی فضاؤں سے جا کر پوچھو! کہ جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ میاں والی اور سکھر کی جیلوں سے جا کر پوچھو! عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ جی ٹی روڈ کے دونوں طرف کے درختوں سے جا کر پوچھ سکتے ہو کہ علمائے دیوبند کون تھے؟ یہ وہ لوگ تھے جو استقامت کے ساتھ دین پر جمے رہے، انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر اپنے ایمان کو نہ گنوایا۔ یہ واقعی وہ لوگ تھے جنہوں نے

دین کو اپنے سینوں سے لگائے رکھا قرآن نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا

﴿وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتَابِ﴾

جو لوگ تمسک بالکتاب کر لیتے ہیں سینوں سے اس کو لگا لیتے ہیں وہ پھر جانیں تو دے دیتے ہیں وہ پھر اپنے دین کو نہیں بیچا کرتے دین کو نہیں چھوڑا کرتے۔

مولوی کس چیز کا نام ہے:

آج لوگ صرف مولوی کا نام تو جانتے ہیں ان کو کون بتائے کہ

......مولوی نام ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کا

......مولوی نام ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کا

......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا

......ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کا

......مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی قلب کا

......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت کا

......شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا

......شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا

......حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا

......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت کا

......اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وجاہت کا

یہ وہ لوگ تھے جن کی قربانیوں کی وجہ سے دین کی نعمت ہم کو ملی ہے، تو میں اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں ایک طالب علم ہونے کے ناطے کہ داستان اہل وفا ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی قربانیاں دیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قربانیاں دیں، بلال رضی اللہ عنہ اور خبیب رضی اللہ عنہ نے قربانیاں دیں، وہ قربانیاں دے کر رخصت ہو گئے، پھر اس

کے بعد آنے والے دوسرے لوگوں نے قربانیاں دیں، یہ قافلہ ہے۔ جیسے ایک اونٹ گزرا، دوسرا گزرا، چلتے چلتے چلے جاتے ہیں، ایک جماعت گزری، دوسری جماعت گزری، یہ وہی قافلہ اہلِ وفا ہے، یہ وہی داستانِ وفا رقم کرنے والے لوگ ہیں جن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن رکھا ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان رکھا ہے، ہمارے سر پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس نسبت کو بچانے کے لئے ہم اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، ہم دین کے ساتھ جمے رہیں گے، ہم اپنے سینوں سے لگا کر رکھیں گے یہاں تک کہ ہماری جان جانِ آفریں کے حوالہ ہو جائے۔ جب اس جذبہ کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو ان شاء اللہ اگرچہ سہولت کی زندگی گزاریں گے پھر بھی حشر انہی کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ علمی فکری مناسبت ہوگی، ہم جانتے ہیں کہ ہم بہت کمزور ہیں، ہم کسی قربانی دینے کے قابل تو نہیں ہیں، مگر ایک علمی یادوابستہ ہے، رب کریم ہمیں بھی انہی کی طرح استقامت عطا فرما دیجئے اور قیامت میں ہمیں بھی نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ عطا فرما دیجئے۔

تو چار معجزے نبی علیہ السلام کے قیامت تک باقی رہیں گے

(۱)......قرآن معجزہ

(۲)......نبی علیہ السلام کا فرمان معجزہ

(۳)......علماء کرام معجزہ (جو ان کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنے والے ہیں وہ بھی باقی رہیں گے)

(۴)......مدارس اسلامیہ معجزہ (جو علماء کو تیار کرنے والے ہیں)۔

ایک لمحے کے لئے نہ سوچنا کہ یہ مدارس ختم کر دیئے جائیں گے، کبھی بھی ایسا ممکن نہیں، یہ ایسی بات ہے کہ اس پر اگر ہم قسم کھا لیں تو شاید حانث نہیں بنیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی فرمایا،

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

آج کے اس دور میں جبکہ معصیت کی ظلمت عام ہوتی جا رہی ہے الحمدللہ مساجد اور مدارس اہل علم کے دم قدم سے آباد ہیں کل قیامت کے دن کہہ سکیں گے، اللہ!

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

یہ کوئی چھوٹی سی ذمہ داری نہیں بہت بڑی ہے جو الحمدللہ ہم جیسے بے عمل لوگوں سے اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آج معصیت کی ظلمت اتنی زیادہ بڑھ چکی کہ آج ہمیں اور زیادہ ہمت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

معصیت کی ظلمت بڑھ گئی اب اس اندھیرے کو دور کرنے کے لئے چراغوں کی لو کو بڑھانا پڑے گا۔ ع

نئے چراغ جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

بلکہ کسی نے تو یوں بیان کیا

چراغوں کی لو کو بڑھانا پڑے گا
ہواؤں کی رفتار بڑھنے لگی ہے

اگر ہواؤں کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ہم بھی چراغوں کی لو کو بڑھائیں گے روشنی رہے گی، ہم اسی علم کی روشنی پر زندگی گزاریں گے اور قیامت کے دن اسی نسبت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں گے۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کی محنتوں کو قبول فرما کر ساری دنیا کے اندر ہدایت کی ہواؤں کو عام فرما دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین